magazine.mohaddis.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

'غیرت کے نام پر قتل' اور شریعتِ اسلامیہ

کیا غیرت کے نام پر ہونے والے ہر قتل کی سزا قصاص ہے؟

اسلام اور اس کی جدید تجربہ گاہ کے نام پر سینۂ ارضی پر وجود میں آنے والی ریاست پاکستان اپنے قیام کے ۶۵ برس بھی تشخص اور شناخت کے بحران میں مبتلا ہے۔ عظیم اکثریت کا نمائندہ طبقہ اہل علم اس ملک کو اس کی اصل بنیاد اور اسلامی تقاضوں کی طرف لے جانا چاہتا ہے، ان کے لیے شریعتِ اسلامیہ کا ہر فرمان قابل اتباع ہے اور وہ اس کو بہر طور مفکر و بانیانِ پاکستان کی خوابوں کے مطابق ایک کامیاب اسلامی معاشرہ بنانا اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احکامات کی طرح یہ فرمان بھی واجب الاتباع ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۰۰۶۵﴾[1]

"اور تیرے ربّ کی قسم! یہ مؤمن نہیں ہوسکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو فیصلہ کن حیثیت نہ دے لیں۔ پھر جو فیصلے آپ ان میں کردیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں۔ اور دل و جان کے ساتھ انہیں قبول و تسلیم کرلیں۔"

اس جیسی بہت سی آیاتِ کریمہ میں ایسے معاملات میں، جن میں شریعت کا صریح حکم موجود ہے، اپنی طرف سے نت نئی قانون سازی کرنا ناجائز اور اتباعِ نبوت سے انحراف قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ وطن عزیز کا دوسرا طبقہ وہ ہے، جو مغربی تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ، مغربی تہذیب وتمدن کو اپنے لیے 'رول ماڈل' سمجھتا ہے۔ سول سوسائٹی اور حقوقِ نسواں کے نعرے لگانے والا یہ طبقہ، ایک طرف خواتین کے لیے ہدایاتِ نبویہ کو نہ تو درخورِ اعتنا سمجھتا ہے، اور نہ ہی معاشرہ وریاست کی صورت گری میں مذہب کو بنیادی کردار دینے پر آمادہ ہے۔ اس طبقہ کی بھرپور تائید عالمی ادارے،

۱ سورۃ النساء:۶۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

مغربی حکومتیں اور میڈیا اپنے ذرائع ووسائل کے ساتھ کرتے ہیں۔

پاکستان میں جرائم غیرت کے حوالے سے آخری قانون سازی آج سے دس برس قبل اس وقت سامنے آئی جب اکتوبر ۲۰۰۴ء میں اقوامِ متحدہ نے اپنے اجلاس نمبر ۶۹ کے ایجنڈا نمبر ۹۸ کے تحت، اپنے رکن ممالک سے یہ مطالبہ کیا کہ

> ''وہ 'بیجنگ ڈیکلریشن اینڈ پلیٹ فارم فار ایکشن' اور 'جنرل اسمبلی کے سپیشل سیشن' کے نتیجے میں تیار ہونے والی دستاویزات پر عمل درآمد کروائیں۔ طبقہ نسواں کے خلاف عزت کے نام پر ہونے والے جرائم کی مختلف شکلوں کو روکنے کے لیے اپنی کوششیں: قانون سازی، انتظامی اقدامات اور منصوبہ بندی کے تحت جاری رکھیں اور اُنہیں مزید آگے بڑھائیں۔ ایسے جرائم کے مقدمات کی فی الفور اور جامع انداز میں تحقیقات کریں اور مرتکبین کے خلاف مؤثر قانونی اقدامات کرتے ہوئے اُنہیں کیفر کردار تک پہنچائیں۔ اس سلسلے میں میڈیا کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کریں، ایسے پروگراموں کی حوصلہ افزائی کریں جن میں ایسے جرائم کی وجوہ، تدارک، اور اس کے خاتمہ کے لیے متعلقہ افراد مثلاً پولیس، عدلیہ، مقننہ کو ٹریننگ دی جائے۔''[1]

حکومتِ پاکستان نے اس سلسلے میں فوری پیش قدمی کرتے ہوئے، Criminal Law (Amendment) Act, ۲۰۰۴ کے نام سے تین ماہ کے اندر اندر ترمیمی ایکٹ منظور کرلیا، جس پر صدر جنرل پرویز مشرف نے ۴ جنوری ۲۰۰۵ء کو دستخط ثبت کرکے اسے کتابِ قانون کا حصہ بنا دیا جس میں ''جرائم غیرت کو کاروکاری جیسی رسومات وغیرہ تک وسیع کرتے ہوئے، اس کے مرتکب کو اسلامی قانون قصاص ودیت کی عمل داری سے باہر کر دیا گیا۔ اس میں ورثا کے لیے معافی کا حق سلب کرتے ہوئے، ریاست کو مقتول کا سرپرست بننے کی راہ اپنائی گئی اور سزا کو ۱۵ سال سے بڑھا کر ۲۵ سال قید کر دیا گیا۔ بوقتِ ضرورت عدالت قتل غیرت کو، حرابہ یعنی فساد فی الارض اور دہشت گردی کے تحت بھی سماعت کرسکتی ہے۔ اس کے لیے اعلیٰ پولیس افسران کی خدمات لینے کے علاوہ، عدالتِ عالیہ صوبائی حکومتوں کے بھی اختیارات استعمال کرسکتی ہے۔''[2]

---

۱ Crimes of Honor resolution، حوالہ بالا، شق نمبر ۳ (الف تا ط)

۲ دیکھیے: گزٹ آف پاکستان، مجریہ ۱۱ جنوری ۲۰۰۵ء، حصہ اوّل، ص ۱ تا ۶

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

۲۹ر مئی ۲۰۱۴ء کو لاہور میں فرزانہ نامی حاملہ خاتون کے قتل کا المناک واقعہ پیش آیا۔ جڑانوالہ کی رہائشی فرزانہ کو گھر سے بھاگ کر اپنے آشنا محمد اقبال کے ساتھ عشق کی شادی کرنے کی پاداش میں اس کے اقربا نے لاہور ہائیکورٹ کے باہر اینٹیں مار مار کر قتل کر دیا۔ اس بہیمانہ واقعہ کو امریکی وزراتِ خارجہ، برطانوی وزیر خارجہ ولیم ہیگ اور اقوامِ متحدہ میں انسانی حقوق کے سربراہ نیوی پیلے نے انتہائی شرمناک قرار دیتے ہوئے، اس بارے سخت کاروائی اور فوری قانونی اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا۔

وزیر اعظم پاکستان نے اس قتل پر نوٹس لیتے ہوئے اس کی رپورٹ ایک دن کے اندر اندر پیش کرنے کی ہدایت کی۔ بعد کے دنوں میں ملک سیاسی انقلابی دھرنوں کی زَد میں رہا۔ آخر کار اکتوبر میں شعبۂ ترقی نسواں، حکومتِ پنجاب ــــ Women Development Department کی تحریک پر ایک اعلیٰ کمیٹی تشکیل دی گئی جو اس سمت مناسب قانون سازی تجویز کرے گی۔ اس کمیٹی میں پانچ ممبران صوبائی اسمبلی کے علاوہ، تین صوبائی محکموں (وزراتِ داخلہ، قانون، ترقی نسواں) کے سیکرٹری حضرات، آئی جی پولیس کے ساتھ چاروں مکاتبِ فکر کے نمائندہ علماے کرام (مولانا محمد راغب نعیمی، ڈاکٹر محمد حسین اکبر، ڈاکٹر محمد سعد صدیقی اور راقم الحروف) پر ایک وسیع تر کمیٹی تشکیل دی گئی جو جناب رانا ثناء اللہ کی سربراہی میں فوری بنیادوں پر میٹنگیں منعقد کر کے، اس شرم ناک سلسلے کی روک تھام کے لیے قانون سازی کی تجاویز پیش کرے گی۔

کمیٹی کے پہلے اجلاس منعقدہ ۱۱ نومبر ۲۰۱۴ء جو پنجاب اسمبلی کے میٹنگ روم نمبر ۱ میں ہوا، میں علماے کرام سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنا موقف تحریری طور پر پیش کریں، تاکہ اس کی روشنی میں قانون سازی کی طرف پیش قدمی کی جاسکے۔ ذیل میں اس سلسلے میں راقم الحروف کا موقف ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے، جو حکومتی کمیٹی کے ارکان کو بھی پیش کر دیا گیا ہے :

اس سلسلے کی پہلی میٹنگ میں درج ذیل سوالات اُبھر کر سامنے آئے ...

① 'غیرت' کی تعریف کیا ہے اور غیرت کے جرائم کونسے ہیں؟
② کیا غیرت کے نام پر قتل کو 'قتل عمد' قرار دیا جاسکتا ہے؟
③ غیرت کے نام پر قتل میں ورثا سے معافی کا حق سلب کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
④ اس جیسے واقعات کی روک تھام شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں کیوں کر ممکن ہے؟

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

'غیرت' کی تعریف

عربی زبان کی مشہور زمانہ لغات / ڈکشنریوں میں غیرت کی تعریف یہ کی گئی ہے:

الْغَيْرَةُ مُشْتَقَّةٌ مِنْ تَغَيُّرِ الْقَلْبِ وَهَيَجَانِ الْغَضَبِ بِسَبَبِ الْمُشَارَكَةِ فِيمَا بِهِ الاِخْتِصَاصُ، يُقَال: غَارَ الرَّجُل عَلَى امْرَأَتِهِ مِنْ فُلاَنٍ، وَهِيَ عَلَيْهِ مِنْ فُلاَنَة يَغَارُ غَيْرَةً وَغِيَارًا: أَنِفَ مِنَ الْحَمِيَّةِ وَكَرِهَ شَرِكَةَ الْغَيْرِ فِي حَقِّهِ بِهَا، أَوْ فِي حَقِّهَا بِهِ.[1]

"غیرت دل کی حالت بدل جانے اور غصہ کے سبب ہیجانی کیفیت طاری ہو جانے کو کہتے ہیں، جس کا سبب کسی ایسے شے میں دوسرے کی دخل اندازی ہوتا ہے جس کو انسان اپنے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے۔" جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ آدمی نے اپنی بیوی کے بارے میں فلاں شخص پر غیرت کھائی۔ اور فلاں عورت نے فلاں دوسری عورت پر (اپنے شوہر کے بارے میں) غیرت کھائی۔ یہ الفاظ اُسوقت بولے جاتے ہیں جب کسی کی غیرت وحمیّت خاک میں مل جائے اور وہ مرد / عورت دوسرے شخص کی اپنے حق میں دخل اندازی کو برا جانے۔"

اسلامی شریعت کی رو سے 'غیرت' ایک مبارک اور قابل تعریف وصف ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس وصف کو اللہ تعالیٰ، اپنے اور نیک مسلمانوں کے ساتھ جوڑتے ہوئے فرمایا:

قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرُ مُصْفِحٍ عَنْهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ، فَوَاللهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي، مِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا، وَمَا بَطَنَ، وَلَا شَخْصَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ...[2]

وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّهُ لَغَيُورٌ، وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ. وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي

"صحابی رسول سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں نے کسی شخص کو اپنے بیوی کے ساتھ پالیا تو میں تلوار کی دھار سے اس کا خاتمہ کر دوں گا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: لوگو! کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہے؟ اللہ کی قسم! میں اس سے زیادہ غیرت

---

۱ لسان العرب وتاج العروس زیر مادہ، فتح الباری: ۹/ ۳۲۰
۲ صحیح مسلم، باب انقضاء عدۃ المتوفی عنہا زوجہا، رقم ۱۷

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

مند ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ اسی غیرت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہر ظاہری اور باطنی فحاشی و بے حیائی کو حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی شخص غیرت والا نہیں ہو سکتا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سعد بڑا غیور شخص ہے، میں اس سے زیادہ غیرت مند اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔"

اللہ تعالیٰ کو کس بات پر غیرت آتی ہے، فرمانِ رسول ﷺ ہے:

«يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ...»[1]

"اے اُمّتِ محمد! اللہ کی قسم، روے کائنات میں کسی شخص کو اس سے زیادہ غیرت نہیں آتی، جب اللہ کا کوئی بندہ یا اس کی بندی بدکاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔"

ہر مسلمان کو اپنی بیوی یا اپنی محرمات عورتوں کے بارے میں غیرت کے جذبات رکھنے چاہئیں اور جو آدمی اس غیرت سے خالی ہو، اصطلاحِ شرع میں اسے 'دیوث' کہتے ہیں جس کی نبی کریم ﷺ نے بڑی مذمت کی ہے:

«ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ عَزَّ وَجَل إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ، وَالدَّيُّوثُ»[2]

"تین طرح کے لوگوں کی طرف اللہ روزِ قیامت دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا، ماں باپ کا نافرمان، مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت اور بے غیرت شخص۔"

غیرت ایک مبارک وصف ہے، جس کی اہمیت و حکمت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کی:

وَإِنَّمَا شُرِعَتِ الْغَيْرَةُ -لِحِفْظِ الْأَنْسَابِ- وَهُوَ مِنْ مَقَاصِدِ الشَّرِيعَةِ، وَلَوْ تَسَامَحَ النَّاسُ بِذَلِكَ لَاخْتَلَطَتِ الْأَنْسَابُ، لِذَا قِيلَ: كُل أُمَّةٍ وُضِعَتِ الْغَيْرَةُ فِي رِجَالِهَا وُضِعَتِ الصِّيَانَةُ فِي نِسَائِهَا.[3]

"غیرت کو اس لیے مشروع کیا گیا ہے کیونکہ یہ شریعت کے اہم مقاصد کی محافظ ہے۔ اگر

---

١ صحیح بخاری: ١٠٤٤، باب الصدقۃ فی الکسوف

٢ سنن نسائی، مستدرک حاکم ؟؟؟

٣ احیاء علوم الدین: ١٦٨/٣

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

لوگ اس میں کوتاہی کرنے لگیں تو نسب و نسل میں شبہ واختلاط واقع ہو جائے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہر اُمّت کے مردوں میں غیرت کا مادہ ودیعت کیا گیا ہے اور اس کی عورتوں میں اپنی حفاظت کرنے کا احساس موجود ہوتا ہے۔"

شارحِ بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"غیرت انسانی فطرت میں شامل ہے، اور جو غیرت مند نہیں، گویا بد فطرت ہے۔"[1]

اس جذبۂ غیرت کی بنا پر عزت و عِرض کے تحفظ کے لیے جدوجہد کے نتیجے میں قتل ہو جانے والا درجۂ شہادت پر فائز کیا جاتا ہے، فرمانِ نبوی ہے: «... مَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ»[2]

"جو شخص اپنے اہل خانہ کی حفاظت کرتے مارا جائے، وہ شہید ہے۔"

غیرت کا تعلق صرف مردوں سے ہی نہیں بلکہ عورت کے ساتھ بھی ہے جیسا کہ اُمہات المومنین، اپنی سوکنوں کے بارے میں غیرت کھاتیں۔ غیرت کی یہ صورت بعض شرائط کے ساتھ جواز کا پہلو رکھتی ہے، جب کہ ناجائز غیرت میں قبائلی عصبیت اور فرقہ وارانہ مخاصمت شامل ہیں، جن کا شریعتِ اسلامیہ نے کوئی اعتبار نہیں کیا بلکہ اُنہیں حرام قرار دیا ہے۔[3] الغرض غیرت کرنا ایک محبوب ومطلوب امر ہے، بے غیرتی ناپسندیدہ اور قابل وعید رویّہ ہے۔

'جرائم غیرت' کا مصداق

اسلامی تناظر میں 'غیرت' جرم وسزا سے الگ ایک مستقل مفہوم اور تشخص رکھتی ہے، تاہم 'قتل غیرت' اور غیرت کے جرائم مغربی معاشروں کی اصطلاحیں ہیں، جنہیں Honour Killing یا Crime of Houner وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، گویا یہ جذبہ ہر قوم ومعاشرے میں پایا جاتا ہے تاہم اس حوالے سے جرم وسزا کی نوعیتیں ہر معاشرے میں مختلف ہیں۔ اسلام میں غیرت کے جرائم، جرم وسزا کی کوئی مستقل صنف نہیں، اور نہ ہی اُن کی الگ سے کوئی سزا ہے، بلکہ غیرت کے حوالے سے ہر جرم پر اُس کی شدت ونوعیت کے مطابق سزا دی جاتی ہے، مثلاً

---

۱ فتح الباری: ۹/ ۳۳۰

۲ جامع ترمذی: ۱۴۲۱

۳ مزید تفصیل کے لیے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: ۳۱/ ۳۴۱

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

قتل، زِنا، فحاشی، اختلاطِ مرد وزن ہر ایک میں غیرت کی نوعیت مختلف ہے، اور ہر ایک کے لیے عدل وانصاف کے تقاضے پورے کئے جانے چاہئیں۔

پاکستان میں قانونی طور پر جرائم غیرت کی تعریف اور مصداق مختلف ہیں، جن میں کاروکاری، سیاہ کاری اور کالا کالی وغیرہ کو ہی سامنے رکھ کر قانون سازی کی گئی ہے، چنانچہ 'عورت فاؤنڈیشن' کے زیر اہتمام 'کرائمز آف آنر' نامی کتاب کی مصنفہ ملیحہ ضیا لکھتی ہیں :

"Offence committed in the name or on the pretext of honour means an offence committed in the name or on the pretext of karo kari, siyah kari or similar other customs or practices," *which allow family members to kill women, and also men, on the pretext of having brought dishonour to the family...*[1]

"غیرت کے نام پر ارتکاب کیے جانے والے جرائم مثلاً کاروکاری، سیاہ کاری یا اس سے ملتی جلتی رسوم وروایات۔" جو خاندان کے ارکان کو اس احتمال کی بنا پر عورت اور مرد کو قتل کرنے کی اجازت دیتی ہیں کہ اس سے خاندان کو بے عزتی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

پاکستانی معاشرے میں 'جرائم غیرت' کے تحت کاروکاری، کالا کالی، سیاہ کاری کی قبائلی رسومات سے لے کر خفیہ آشنائی، ناجائز راہ ورسم اور تعلقات، بدکاری اور عشقیہ شادی وغیرہ شامل ہیں جن میں سے ہر ایک کے بارے میں شرعی حکم وموقف جداگانہ ہے۔ پاکستانی معاشرے میں قبائلی رسوم ورواج کے زیر اثر، خواتین پر ہونے والے مظالم کی شریعتِ اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں، اور بعض دیگر جرائم کے سلسلے میں قانون کو خود ہاتھ میں لے کر دی جانے والی سزا کی بھی اسلام مخالفت کرتا ہے۔ ہمارے مسائل کی وجہ شریعتِ اسلامیہ کی تعلیمات سے ناواقفیت اور اس کا احترام نہ کرنا ہے، وگرنہ شریعتِ محمدیہ میں ہر ہر جرم کے ساتھ عین پورا پورا انصاف موجود ہے۔ مرد وزن دونوں ہی اللہ ارحم الرّاحمین کی اشرف مخلوق ہیں، اور اللہ تعالیٰ دونوں کے حقوق کے پورے محافظ ہیں۔

---

1 Honour Killings in Pakistan and Compliance of Law از ملیحہ ضیالاری، ص ۱۳۱، عورت فاؤنڈیشن، لاہور اور Criminal Law (Amendment) Act ۲۰۰۴, Article ۲ (ii)

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

غیرت کے نام پر قتل کو قتل عمد قرار دینا...؟

اسلام میں ہر جرم کی سزا اُس کی نوعیت وشدت کے مطابق دی جاتی ہے کہ یہی عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔ عشق وفسق کے رویے اختیار کرنا، گو کہ اسلام کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ ہیں لیکن اس کی سزا یہ نہیں کہ ایسا کرنے والے کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ بلکہ ایسا کرنے والے کو تادیبی اور انسدادی سزا دی جانی چاہیے۔ مردوزَن کے بے محابا تعلقات اور اُن میں خفیہ آشنائی بھی ناجائز اور حرام ہیں، لیکن جب تک کوئی مرد وعورت بدکاری کے حقیقی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا، اس وقت تک اس کو بدکاری کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ حتیٰ کہ کنوارے مرد وعورت اگر زناکاری بھی کرلیں تو شریعتِ اسلامیہ میں اُن کی سزا، قتل کی بجائے سو کوڑے اور جلاوطنی سے زیادہ نہیں۔ غیرت کے حوالے سے جرائم کی بعض سنگین صورتیں مجرموں کے لیے سزاے موت کو شرعاً لازم تو کرتی ہیں، تاہم ورثا کے لیے پھر بھی قانون کو ہاتھ میں لینے کی گنجائش نہیں ہے، ایسا کرنا صرف مسلمان حاکم کا استحقاق ہے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رہے کہ جس جرم کی سزا قرآن وسنّت نے مقرر کردی ہو، اس کی جگہ از خود دوسری سزا مقرر کردینا چاہے وہ کم ہو یا زیادہ، ایک مسلمان کے لیے ایسا رویہ اختیار کرنا ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«لاَ يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلاَثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ»[1]

''کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے والے کسی مسلمان کا خون بہانا تین صورتوں کے سوا جائز نہیں: قصاص، شادی شدہ زانی، دین سے نکل کر ارتداد کی راہ اختیار کرنے والا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ مرد وعورت کی بدکاری کے علاوہ کسی کو خفیہ یارانے اور بدکاری پر قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی اور یہ سزا دینا بھی مسلم حاکم کا فریضہ ہے۔ اسلام میں بدکاری اور اس کے مبادیات کو بھی گناہ قرار دیتے ہوئے، ان پر 'زنا' کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے، لیکن اس لفظ کا استعمال اس گناہ کی شدت کے اظہار کے لیے ہی ہے، حقیقی زنا وہی ہے جو بدکاری کا فعل ہے اور اس

1 صحیح بخاری: ۶۸۷۸

magazine.mohaddis.com

کے ثبوت کے معروف تقاضے اور مخصوص سزا ہے۔ مرد وزَن میں آزادانہ راہ و رسم، بے محابا میل جول اور خفیہ آشنائی کے بارے میں یہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے :

«...فَزِنَا العَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ المَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ»[1]

''آنکھوں کا زنا، نظر بازی ہے۔ زبان کا زنا فحش گوئی ہے۔ دل کا زنا خواہش وہوس ہے اور شرم گاہ اس کی کلّی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔''

اس طرح کے جرائم کی سزا مسلم حاکم کو بطورِ تعزیر مقرر کرنے کا شرعاً اختیار حاصل ہے، بلکہ بکثرت ہو جانے کی صورت میں اسے ضرور تادیبی قانون بنانا چاہیے۔ ان ابتدائی جرائم سے قطع نظر جہاں تک غیرت کے نام پر قتل کا تعلق ہے تو اس بارے میں احادیث میں وضاحت موجود ہے کہ نبی ﷺ نے عملاً بدکاری کی صورت میں بھی کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ، انصاری سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ سے یہ مکالمہ روایت کرتے ہیں:

أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَجِدُ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا»، قَالَ سَعْدٌ: بَلَى، وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ»[2]

''آپ کا کیا خیال ہے کہ کوئی اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے شخص کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کر دے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ سعد بولے: ہرگز نہیں، اسکی قسم جس نے آپکو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ تو نبی ﷺ نے جواب دیا: سنو، سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے...؟''

اس سے اگلی حدیث میں اس واقعہ کی مزید وضاحت موجود ہے:

قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ وَجَدْتُ مَعَ أَهْلِي رَجُلًا لَمْ أَمَسَّهُ حَتَّى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَعَمْ»، قَالَ: كَلَّا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، إِنْ كُنْتُ لَأُعَاجِلُهُ بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذَلِكَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ، إِنَّهُ لَغَيُورٌ، وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللهُ

۱ صحیح بخاری: ۶۲۴۳، باب زنا الجوارح دون الفرج
۲ صحیح مسلم: ۱۴۰، باب انقضاء العدۃ المتوفی عنہا زوجہا

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

أَغْيَرُ مِنِّي»[1]

''سعد بن عبادہ کہنے لگے: یارسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پالوں تو میں اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا حتی کہ چار گواہ لے آؤں، تو نبی کریم ﷺ بولے: ہاں... سعد کہنے لگے: ہر گز نہیں، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں تو جلد ہی اس سے قبل، تلوار سے اس کا کام تمام کردوں گا۔ تو نبی ﷺ نے کہا: سنو اپنے سردار کی سنو، یہ بڑا غیور ہے اور میں اس سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔''

اس حدیث کی تشریح میں شرعی حکمتوں کے نامور ماہر علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

وَآخِرُ الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَوْ قَتَلَهُ لَمْ يُقَدْ بِهِ؛ لِأَنَّهُ قَالَ: بَلَى وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ، وَلَوْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقِصَاصُ بِقَتْلِهِ لَمَا أَقَرَّهُ عَلَى هَذَا الْحَلِفِ، وَلَمَا أَثْنَى عَلَى غَيْرَتِهِ، وَلَقَالَ: لَوْ قَتَلْتَهُ قُتِلْتَ بِهِ.

وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ وَلَا نَهَاهُ عَنْ قَتْلِهِ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ ﷺ حُكْمٌ مُلْزِمٌ، وَكَذَلِكَ فَتْوَاهُ حُكْمٌ عَامٌّ لِلْأُمَّةِ، فَلَوْ أَذِنَ لَهُ فِي قَتْلِهِ لَكَانَ ذَلِكَ حُكْمًا مِنْهُ بِأَنَّ دَمَهُ هَدَرٌ فِي ظَاهِرِ الشَّرْعِ وَبَاطِنِهِ، وَوَقَعَتِ الْمَفْسَدَةُ الَّتِي دَرَأَهَا اللهُ بِالْقِصَاصِ، وَتَهَالَكَ النَّاسُ فِي قَتْلِ مَنْ يُرِيدُونَ قَتْلَهُ فِي دُورِهِمْ وَيَدَّعُونَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَرَوْنَهُمْ عَلَى حَرِيمِهِمْ، فَسَدَّ الذَّرِيعَةَ وَحَمَى الْمَفْسَدَةَ وَصَانَ الدِّمَاءَ...[2]

''اس حدیث کا آخری حصہ اس امر کی دلیل ہے کہ اگر وہ قتل کردے تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا، کیونکہ سعد نے کہا: ہر گز نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق سے مبعوث کیا ہے۔ اگر قاتل پر قصاص واجب ہوتا تو آپ ﷺ اس حلف کو برقرار[3] نہ رہنے دیتے اور سعد کی غیرت کی تعریف نہ فرماتے اور یوں کہتے: اگر تو نے قتل کیا تو تجھے بھی جواباً قتل کیا جائے گا۔ ...

١ صحیح مسلم: ١٧

٢ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ٥/ ٣٦٦

٣ کسی واقعہ پر نبی کریم ﷺ کا خاموش ہوجانا اور اس کو برقرار رکھنا بھی شرعی دلیل ہے، جسے تقریری حدیث کہتے ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اسی سے استدلال کررہے ہیں۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

نہ تو آپ ﷺ نے اُس کو ٹوکا، نہ ہی قتل سے منع کیا کیونکہ آپ ﷺ کا قول ایک لازمی حکم بن جاتا اور آپ کا فتویٰ اُمّت کے لیے عام اُصول ٹھہرتا۔ اب آپ اگر زانی کے قتل کا حکم دے دیتے تو یہ آپ کا آرڈر ہوجاتا کہ اس طرح اس کا خون ظاہر و باطن شرع میں رائیگاں ٹھہرا۔ لوگ اس طرح اپنے مذموم مقاصد کے لیے قتل وغارت کیا کرتے اور یہ دعویٰ کردیتے کہ اُنہوں نے اس مقتول کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا تھا، سو آپ نے سدِ ذریعہ، فساد کے خاتمہ اور جانوں کی حرمت برقرار رکھنے کے لیے محض قاتل کے دعوے کو غیر معتبر قرار دیا۔"

ان واضح احادیثِ مبارکہ سے علم ہوگیا کہ غیرت کے نام پر قانون کو خود ہاتھ میں لیتے ہوئے کسی کو قتل کردینا نبی کریم ﷺ کے منع کردینے کی بنا پر ایک گناہ ہے۔ اور دوسری حدیث سے علم ہوا کہ ثبوت مہیا نہ کرسکنے کی بنا پر اس سے روکا گیا ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے نَعَم یعنی ہاں ارشاد فرمایا ہے۔ جس کا مفہومِ مخالف یہ ہوا کہ اگر ثبوت یعنی گواہ پورے ہوں تو ایسا کیا جاسکتا ہے، مزید یہ کہ آخر حدیث میں سعد کی غیرت کی تعریف کرتے ہوئے، اللہ اور اس کے رسول کو اس سے زیادہ غیرت مند بتایا گیا ہے۔

قتل عمد کی سزا کے لیے مقتول کا معصوم الدم ہونا ضروری ہے

اس فرمانِ نبوی میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو منع تو کیا گیا ہے، لیکن آپ ﷺ نے نہ تو اس کو قتل عمد قرار دیا ہے اور نہ ہی اس کی سزا قتل بالارادہ والی ہے، کیونکہ 'قتل عمد' جرم وسزا کی ایک مخصوص اصطلاح ہے، جس میں قصاصاً جوابی قتل کیا جاتا ہے۔ اس جرم کو قتل عمد قرار دینا درست نہیں ہے۔ یہاں 'قتل عمد' لغوی معنی کے لحاظ سے تو عمداً ہی ہے لیکن شرعی معنیٰ کے لحاظ سے نہیں۔ جس طرح ہر گواہ، گواہ ہی ہوتا ہے، چاہے وہ جھوٹا ہو یا سچا... اسی طرح قاضی کے حکم پر جلاد کا مجرم کو قتل کرنا بھی لغوی معنیٰ کے لحاظ سے قتل عمد ہی ہوتا ہے، جب کہ جرم وسزا کی اصطلاح میں اُنہیں قتل عمد نہیں کہا جاتا۔ ایسے ہی جنگ میں مقابل کو موت کے گھاٹ اُتارنے والا مسلمان بھی قاتل ہی ہوتا ہے، لیکن اسے قاتل نہیں کہتے۔

دراصل غیرت کے نام پر قتل، ایک پہلے جرم کا ردّ عمل ہے، اور اس قتل کو پہلے جرم کے تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ اگر تو پہلا جرم واقع ہوا ہو اور اس کی سزا بھی موت ہو جیسے شادی شدہ فرد کا زنا جو اس

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

کے لیے موت کی سزا عائد کر دیتا ہے، تب بعد میں اس کو قتل کرنے والا قاتل عمد نہیں کہلائے گا۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ پہلے جرم کو شرعی تقاضوں کے مطابق ثابت کرے۔

① فقہ حنبلی کے مشہور عالم ابو النجا موسیٰ بن سالم مقدسی (م ۹۶۰ھ) نے اپنی معروفِ زمانہ کتاب زاد المستقنع میں قتل عمد کی تعریف یوں کی ہے: فَالْعَمْدُ أَنْ يَقْصِدَ مَنْ يَعْلَمُهُ آدَمِيًّا مَعْصُوماً فَيَقْتُلَهُ بِمَا يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ مَوْتُهُ بِهِ

"قتل عمد وہ ہوتا ہے، جس میں کسی معصوم الدم شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اس کو اس طرح قتل کیا جائے، جس طرح مر جانے کا غالب امکان ہوتا ہے۔"

② زاد المستقنع کی الشرح الممتع میں نامور مفتی شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

مثال رابع: لو رمى شخصًا يظنه الزاني المحصن، والزاني المحصن غير معصوم؛ لأنه يرجم حتى يموت، فتبين أنه ليس هو الزاني المحصن، فهٰذا ليس بعمد.[1]

"اس کی چوتھی صورت یہ ہوئی کہ کسی نے دوسرے شخص کو شادی شدہ زانی سمجھ کر قتل کر دیا۔ اور شادی شدہ زانی معصوم الدم نہیں ہوتا کیونکہ اس کی سزا سنگساری ہے، یہاں تک وہ مر جائے۔ پھر اس کو پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ زانی نہ تھا، چنانچہ یہ بھی قتل عمد نہ ہوا۔"

③ قتل عمد کے جرم کی چھ شرائط ہیں، جن میں سے دوسری یہ ہے کہ

ثانيًا: أن يكون المجني عليه معصوم الدم: ومعنى كونه معصوم الدم ألا يكون دمه مباحًا، فإن كان دمه مباحًا لم يجب القصاص على قاتله عمدًا؛... ولقد سبق أن أوضحنا أن الشريعة الإسلامية جعلت القتل الموجب للعقوبة القتل بغير حق، أما القتل بحق؛ كقتل الحربي والمرتد عن دينه، والبغاة، والزاني المحصن، وقاتل النفس عمدًا، فإنه قتل لا يترتب عليه الإثم؛ لأنه قتل بحق؛ ولكن يعزر مقترف هذه الجريمة لافتياته على الإمام.

فقد صرح الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة والزيدية والإمامية

1 الشرح الممتع علی زاد المستقنع از ابن عثیمین: ج۱۴... کتاب الجنایات

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

والظاهرية بأنه يجب أن يكون المقتول معصوم الدم، أما إن كان الشرع قد أباح دمه لكونه حربيا أو مرتدا، أو زانيا محصنا، أو قاطع طريق تحتم قتله، فإن قاتله لا يقتل به وإن كان بغير إذن من الحاكم، ولا يجب عليه دية ولا كفارة؛ لأنه مباح الدم في الجملة، وإن توقفت المباشرة على إذن الحاكم فيأثم بدونه خاصة، ويعزر قاتل هؤلاء لافتياته على الإمام.[1]

''قصاص کی دوسری شرط یہ ہے کہ جس پر زیادتی کی جائے، وہ معصوم الدم ہو۔ معصوم الدم کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خون جائز نہ ہو۔ اگر اس کا خون بہانا جائز ہے تو ایسے قاتل عمد پر قصاص واجب نہیں ہوگا۔ اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ نے سزائے قتل، ایسے قتل پر سنائی ہے جو ناحق ہو۔ جو قتل حق کے ساتھ ہو مثلاً مرتد، جنگی دشمن، باغیان، شادی شدہ زانی، قاتل کا قتل، تو ایسے قتلوں کے ارتکاب پر گناہ واقع نہیں ہوتا کیونکہ یہ سب قتل حق کے ساتھ ہیں۔ تاہم ایسے قتل کا مرتکب تعزیر کا مستحق ہے کیونکہ حکمران کے حق میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس نے قانون ہاتھ میں لینے کا جرم کیا ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، زیدی، امامیہ اور ظاہریہ سب کا اتفاق ہے کہ قصاص لینے کے لیے مقتول کا معصوم الدم ہونا ضروری ہے۔ اگر شریعت نے ان کے خون کو جنگی دشمن یا ارتداد کی بنا پر جائز قرار دیا ہو، یا شادی شدہ زانی، ڈاکہ زنی کی بنا پر تو ان کا قاتل، جواباً قتل نہیں کیا جائے گا چاہے وہ حاکم کی اجازت کے بغیر ایسا کرے۔ اس پر دیت و کفارہ لاگو نہیں ہوگا کیونکہ یہ سب لوگ اُصولی طور پر مباح الدم ہیں۔ اگر حاکم کی اجازت کے بغیر ایسا کیا گیا تو قانون کو ہاتھ میں لینے کے وہ مجرم ہوں گے اور اس جرم کی سزا میں قاتل کو تعزیر دی جائے گی۔''

اس سلسلے میں فقہائے کرام کے جملہ مسالک (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، ظاہریہ، زیدیہ، امامیہ) کے ہاں کلی اتفاق پایا جاتا ہے، جس کی تفصیل آئندہ شمارے میں مستقل مضمون میں ملاحظہ کریں۔

④ قتل عمد کے بارے میں فقہائے کرام کا اجماع ہے:

فلا خلافَ بين المسلمين في تحريم القتل العمد العُدوان بغير حق،

---

1 الجنايات في الفقه الإسلامي از شیخ حسن علی شاذلی: ۱/۸۵، مزید ۱۷۰ تا ۱۸۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

وأن صاحبَه يستحقّ القتل في الدنيا حدًّا، ما لم يكن مستحلًّا لذلك فيكون كفرًا، ويستحق العقاب بالنار في الآخرة[1]

"مسلمانوں میں ایسے قتل عمد کی حرمت پر کوئی اختلاف نہیں جس میں بغیر حق کے زیادتی کی جاتی ہو۔ اور ایسا قاتل دنیا میں بطورِ حد قتل کیا جائے گا جب تک وہ اسے (اعتقادًا) جائز نہ سمجھے جو موجبِ کفر اور آخرت میں آگ کی سزا کا مستحق ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ قتل عمد، وہی ہے جس میں مقتول معصوم الدم نہ ہو اور اس کی سزا بطورِ قصاص قتل ہو۔ اس بنا پر غیرت کے نام پر قتل کرنے والا اگر مقتول کا جرم زنا ثابت کر دیتا ہے، تو اس کو قتل عمد کا مجرم اور جوابًا قصاصًا قتل نہیں کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا بحث ایسی صورت کے بارے میں ہے جب کہ مقتول شادی شدہ ہو اور بدکاری کو قانونًا ثابت کر دیا جائے، تاہم اگر مقتول اس سے کمتر جرم کا مرتکب ہو مثلاً کنوارے کی بدکاری یا مبادیات زنا کا ارتکاب، تب بھی قاتل کو شبہ کا فائدہ حاصل ہو گا، اور ایسی صورت میں یہ قتل عمد سے نکل کر قتل خطا کی ذیل میں آجائے گا، کیونکہ شبہات سے حدود زائل ہو جاتی ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«ادْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ»[2]

"جہاں تک ممکن ہو، مسلمانوں سے حدود کو مؤخر کرو۔"

ایسا ہی ایک فتویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے پوچھا گیا کہ کسی وقوعہ میں عملاً بدکاری واقع نہ ہوئی ہو، یا مقتول مبادیاتِ زنا اور بوس وکنار میں مشغول تھا، جس کے بارے میں قاتل کو مغالطہ لگا اور اس نے قتل کر دیا، تو انہوں نے ایسے قاتل کو قتل خطا کا مجرم قرار دیتے ہوئے جواب دیا:

وأما إن كان الرجل لم يفعل بعد فاحشة ولكن وصل لأجل ذلك فهٰذا فيه نزاع، والأحوط لهٰذا أن يتوب من القتل من مثل هذه الصورة وفي وجوب الكفارة عليه نزاع، فإذا كفّر فقد فعل الأحوط فإن الكفارة تجب في قتل الخطإ وأما قتل العمد فلا كفارة فيه عند الجمهور: كمالك وأبي حنيفة وأحمد في المشهور عنه، وعليه الكفارة

۱ مراتب الإجماع از ابن حزم اندلسی: ص ۱۳۷، ۱۳۸

۲ سنن ترمذی: ۱۴۸۹

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

عند الشافعي وأحمد في الرواية الأخرى[1]

"جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ مقتول نے عملی طور پر بدکاری کا ارتکاب نہ کیا ہو لیکن وہ داخل اس نیت سے ہوا ہو تو ایسی صورت میں علما کے مختلف موقف ہیں جن میں سے محتاط ترین یہ ہے کہ ایسے قتل کی صورت میں قاتل اللہ سے ہی توبہ کرلے۔

جہاں تک ایسے قتل کا کفارہ ادا کرنے کا تعلق ہے تو اس کا کفارہ ادا کرنا زیادہ محتاط رویہ ہے۔ یاد رہے کہ کفارہ قتل خطا میں عائد ہوتا ہے۔ جہاں تک قتل عمد کا تعلق ہے تو جمہور علما (مثلاً امام مالک، ابوحنیفہ اور امام احمد کے مشہور موقف) کے مطابق اس میں کفارہ نہیں ہوتا، البتہ امام شافعی اور امام احمد کے دوسرے موقف کے مطابق وہاں بھی کفارہ ادا کرنے کی گنجائش موجود ہے۔"

گویا امکانِ بدکاری کی صورت میں بھی قاتل کو قاتل تو قرار دیا جائے گا، لیکن وہ قتل عمد کی بجائے قتل خطا قرار پائے گا، جس میں دیت مع کفارہ دیا جاتا ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل اور کامل دلائل آئندہ شمارے میں مستقل مضمون میں ملاحظہ کریں۔

موجودہ صورتِ حال کا حل

پاکستانی معاشرہ اس وقت جس المیہ سے دوچار ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری حکومت عوام کے سماجی اور دینی رجحانات کو مدنظر رکھ کر قانونی اقدامات نہیں کر رہی، اس سے معاشرے میں شدید بے چینی اور بے راہ روی پروان چڑھ رہی ہے۔ افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ (ڈرامے اور فلمیں) عشق و محبت کو ایک مقدس قدر اور مقصدِ حیات کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ تعلیمی ادارے اس بد تصور کی تجربہ گاہ اور عدالتیں انسانی حقوق کے نام پر اس کی ضامن و محافظ بنی ہوئی ہیں۔ سارا زور آخر کار غیرت کے نام پر جرائم میں نکلتا ہے، جس سے تھوڑا بہت خوف باقی ہے۔ مقننہ این جی اوز کے ساتھ مل کر، اس آخری دیوار کو بھی گرانا چاہتی ہے، جس کے بعد قانونی سطح پر یا افرادِ خانہ کی طرف سے معمولی رکاوٹ و مزاحمت کا امکان ہی باقی نہ رہے اور جو ایسا کرے وہ الم ناک سزا کا مستحق قرار پائے۔

---

۱ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ج۳۴؍ ص۱۶۹، ۱۶۸

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

غیرت کے نام پر ان جرائم کو کو صرف قانونی نقطہ نظر سے روکنے یا جائزہ لینے کی بجائے اس سے پہلے ان تمام مراحل کو کنٹرول کرنا ضروری ہے۔ اور اس نازک موڑ پر ہمیں یہی فیصلہ کرنا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم عشق و محبت کو تو ایک مقدس قدر سمجھتے ہیں لیکن پاکستان کا کوئی شخص بھی اپنی بہن یا بیٹی کے لیے کسی آشنا یا عاشق کا نام سننے پر آمادہ نہیں۔ ہمیں واضح طور پر دو متخالف راستوں میں ایک کا انتخاب اور اس کے لوازم اور نتائج و عواقب کے لیے خود کو تیار کرنا ہو گا۔ اس دو رخی سے معاشرے میں ہر طرف المیے جنم لے رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ محبت و عشق کو مقدس قرار دیتے اور عدالتیں انسانی حق بتاتی ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ کلبوں، پارکوں میں محبت کے نام پر عصمت دری کا جرم ہو رہا ہے اور گلیوں محلوں میں قتل وغارت۔ عدالتیں ایسے مسائل سے بھری پڑی ہیں اور حکومتیں ان کی روک تھام کی بجائے آخری بندھن بھی توڑ دینا چاہتی ہیں۔

آخری سالوں میں ہونے والی قانون سازی کا منظر نامہ تو یہ ہے کہ عشق و فجور اور بے راہ روی اختیار کرنے والے تو معصوم تصور ہوں اور ان کو روکنے والے کسی تفصیل میں جائے بغیر سیدھا قانون کی کڑی گرفت میں۔ اس قانون کا طرفہ تماشا دیکھیے کہ زنا کا کیس تو ایس پی اور عدالت کی پیشگی اجازت کے بغیر درج نہ ہو، گویا زنا کو اس طرح قانونی تحفظ دے دیا گیا کہ جرم کی ایف آئی آر؟؟؟ ناممکن بنادی گئی، دوسری طرف عوام الناس اور خاندان کے مردوں کو قانون کی دھمکی کے ذریعے اس سے منع کرنے کی قانون سازی کی جارہی ہے۔ اس سے پاکستانی معاشرہ کس تضاد اور ہلاکت کا شکار ہو گا، اور حالات ہمیں کدھر لے جائیں گے، اس کا اندازہ ہر ذی شعور کر سکتا ہے۔

لوگ قانون کو ہاتھ میں لینے پر اس لیے مجبور ہوتے ہیں کہ ایک طرف مذہب اور ان کی درست سماجی روایات اُن کو غیرت مند بننے کی تلقین کرتے ہیں، ہم میں کوئی مرد و عورت بھی اپنے شریکِ حیات کے بارے میں کسی اور کی معمولی دلچسپی قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ کوئی شریف مسلمان اپنی بہن بیٹی اور اپنے بھائی بیٹے کی غلط کاریوں کو سندِ جواز دینے کو تیار نہیں اور جرم کے خلاف نفرت کا یہی تقاضا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ صورتِ حال کو ٹھنڈے دل سے سوچا سمجھا جائے، اور اپنے دین اور درست کلچر کی روشنی میں اس کا حل نکالا جائے۔ جب قانون درپیش مسائل کا ہمارے سماج اور شریعت سے ہم آہنگ حل نہیں نکالتا تو لوگ قانون کو ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

انہیں عدالتوں سے داد رسی کی اُمید نہیں ہوتی۔ جہاں تک نرے قانون کی بات ہے تو 'کریمنل لاء امینڈمنٹ ایکٹ ۲۰۰۴ء' میں، وہ تمام ترامیم کر دی گئی ہیں جو اب پیش کی جاری ہیں، یعنی اسے قتل عمد قرار دینا اور ورثا سے قتل غیرت کی صورت میں معافی کا حق واپس لینا۔ لیکن آج دس برس بعد اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔ اب مزید قانون کی سختی سے کیا حاصل، جب وہ مذہب ومعاشرہ سے ہی متصادم ہو۔

شریعتِ اسلامیہ میں اس عین منصفانہ حل موجود ہے، بے راہ روی کی مذمت اور روک تھام، عشق وفسق اور آزادانہ اختلاطِ مردوزن پر پابندی، بوس وکنار اور مبادیاتِ زنا پر تعزیری سزائیں۔ اس کے بعد بھی اگر کہیں کوئی قانون کو ہاتھ میں لے تو اس معاملہ پر اسے سزا دی جائے، تاہم اگر وہ اپنے اقدام کو قانونی طور پر ثابت کر دیتا ہے، تو اسے صرف مزید زیادتی کی سزا دی جائے، اور شرع وقانون کے تقاضے فوری طور پر پوری کیے جائیں۔ ہمارا موجودہ قانونی نظام دیگر بہت سے معاشرتی مسائل مثلاً دہشت گردی، چوری چکاری سمیت اس پیچیدگی کو حل کرنے میں ناکام نظر آتا ہے، اس نظام کو سادہ تیز تر اور انصاف پر قائم کیا جائے۔ صرف قانون کو سخت سے سخت تر بنانے سے مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

حالیہ واقعہ کا شرعی حل

پیش نظر واقعہ جس میں فرزانہ کو بہیمانہ طور پر قتل کر دیا گیا، اس میں راقم کا موقف یہ ہے کہ اس کیس میں شادی کے بعد زنا کا مسئلہ ختم ہو جاتا ہے، گو کہ والدین سے بغاوت کر کے کی جانے والی شادی اور اس سے قبل خفیہ یارانے ضرور مشکوک اور قابل گرفت ہیں۔ تاہم فرزانہ کے اس المناک انجام میں درج ذیل زیادتیاں ہوئی ہیں:

۱۔ فرزانہ اور اقبال کا خفیہ یارانہ اور فسق وعشق ان سارے مسائل کی جڑ ہے، جس کا تدارک نہیں کیا گیا۔

۲۔ اس کے ورثا کا قانون کو ہاتھ میں لے کر، اسے خود قتل کر دینا ایک غلط رویّہ ہے۔

۳۔ سابقہ مشکوک اقدامات پر قتل کرنا بھی زیادتی ہے، جسے قتل کا مقدمہ ہی قرار دیا جائے گا، الا یہ کہ قاتلین، مقتولہ کی بدکاری ثابت کر دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو زیادہ سے زیادہ رعایت کی صورت میں یہ قتل خطا کی صورت بنتی ہے۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

۴۔ اس کو وحشت ناک انداز میں اینٹیں مار کر موت کے گھاٹ اُتارنا دہشت گردی کے مترادف ہے، اس لیے ان مجرموں پر سابقہ دو سزاؤں کے ساتھ حرابہ (فساد فی الارض) کی مزید سزا بھی عائد کی جاسکتی ہے۔

۵۔ یہ سزائیں فوری بنیادوں پر نافذ کی جانی چاہئیں، انصاف کو مؤخر کرنا بھی ناانصافی کے مترادف، قانون شکنی کی حوصلہ افزائی اور مزید جرائم کے امکانات پیدا کرتا ہے۔

میڈیا کے مطابق اس واقعہ میں دہشت گردی کی عدالت نے چار قاتلوں کو تین تین مرتبہ سزائے موت، اور ایک ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنائی ہے، ان چار قاتلوں میں فرزانہ کے والد، بھائی، کزن اور سابقہ منگیتر شامل ہیں جبکہ ایک بھائی غلام احمد کو ۱۰ سال قید کی سزا دی گئی ہے۔[1]

فرزانہ کے کیس کا تو شریعت و قانون کی نظر میں فیصلہ ہو چکا، جس میں بعض چیزیں خلافِ شریعت بھی ہیں، مثلاً نبی کریم ﷺ کے واضح فرمان کی رو سے باپ کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا، اس کو دیت ہی ادا کرنا ہوتا ہے۔ تاہم اُصولی طور پر حکومتِ پنجاب کو درج ذیل اُمور کو پیش نظر رکھ کر قانون سازی کرنا چاہیے۔

سفارشات

① 'غیرت' شرعی طور پر ایک پسندیدہ اور مطلوب چیز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، رسولِ کریم ﷺ اور مسلمان غیرت مند ہیں۔ بے غیرتی قابل مذمت امر ہے۔ تاہم اس جذبے کو درست اور شریعت کی حدود میں رہنا چاہیے اور اس کے ناجائز استعمال کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔

② بے حیائی، فحاشی اور خفیہ یارانے وغیرہ کی روک تھام کی قانون سازی کرنی چاہیے اور ان مبادیاتِ زنا کی تعزیری سزا جاری کرنا چاہیے۔ غیرت کے جرائم، ایک سابقہ جرم کا ردِعمل ہیں، اگر عمل کو کنٹرول کرلیا جائے تو ردِعمل میں بھی توازن پیدا کیا جاسکتا ہے۔

③ قانون میں غیرت کی تعریف کرتے ہوئے جن بہت سے جرائم کو یکجا کر دیا گیا ہے، ان سب کا حکم شرعاً ایک نہیں۔ ان میں بعض صریحاً قتل، ظلم اور زیادتی ہیں، اور بعض میں جرم کی شدت کم ہے، مثلاً خفیہ یارانے اور میل جول وغیرہ۔ شریعتِ اسلامیہ میں 'غیرت کے نام سے جرائم'

---

۱ بی بی سی، اُردو سروس، لندن... مؤرخہ ۱۹ نومبر ۲۰۱۴ء

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

کی بجائے ہر مسئلہ کا حکم جداگانہ طور پر دیکھا جاتا ہے۔

④ **نوعیت جرم:** غیرت کے نام پر کسی بھی ابتدائی یا سنگین تر صورت میں بھی قانون کو ہاتھ میں لیتے ہوئے قتل نہیں کیا جاسکتا، ایسا کرنا شرعاً ممنوع اور گناہ ہے، تاہم وقوعہ بدکاری کے دوران اس کو روکنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ معاشرے میں قانون ہاتھ میں لینے جیسے واقعات بڑھ جانے کی صورت میں اس کے انسداد کے لیے بھی تعزیری سزا نافذ کی جانی چاہیے۔

⑤ جرائم غیرت، سابقہ جرائم کا ردِ عمل ہیں، اس کی قانونی و شرعی حیثیت کا تعین سابقہ جرائم کی روشنی میں ہی ہو گا۔

⑥ اگر کوئی غیرت کے نام پر قتل کر بیٹھے تو اس کے سلسلے میں قانونی و شرعی تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔ بدکاری واقع ہونے کی صورت میں قاتل کو ثبوت مہیا کر دینے پر سزا میں رعایت ملے گی۔ [اس کی بعض سنگین تر صورتوں میں، جن میں مقتولین بالکل معصوم ہوں، قتل عمد کے ساتھ حرابہ (فساد فی الارض) کی سزا بھی شامل کی جاسکتی ہے۔ تاہم اس کی ہر صورت قتل عمد نہیں، جب کہ شادی شدہ شخص کی بدکاری ثابت ہونے پر وہ معصوم الدم نہ رہے، بلکہ شبہ واحتمالِ گناہ پیدا ہونے کی بنا پر یہ قتل خطا کے ذیل میں بھی چلا جاتا ہے۔]

⑦ ورثا کو معافی یا دیت وصول کرنے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا، یہ شریعتِ اسلامیہ سے کھلا انحراف ہے۔ غیرت کے نام پر قتل وغیرہ کی صورت میں بھی شریعت نے اس حق سے اُنہیں محروم نہیں کیا۔

⑧ حدود اللہ کا اپنی روح سے بروقت نفاذ ہی مسائل کا حقیقی خاتمہ کر سکتا ہے۔ موجودہ صورتحال کی اصل وجہ سماجی تضادات اور قانون و طریقہ اجرا کی اُلجھنیں ہیں، جن میں مزید شدت پیدا کرنے کی بجائے قانون کو متوازن، اور طریقۂ نفاذ کو بامقصد کر کے مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

خلاصہ: پاکستانی رسوم ورواج میں غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کی بہت سی شکلوں کی سزا قتل نہیں، یہ غیرت کا ناجائز استعمال ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کا ارتکاب شرعاً ممنوع ہے، تاہم ایسے قتل کی سزا، سابقہ جرم کی روشنی میں، قانون و شرع کے تقاضوں کے مطابق دی جائے گی، اور عملاً بدکاری ثابت کر دینے پر مجرم کو سزا میں رعایت ملے گی۔ قانون کو مزید سخت کرنے کی بجائے قانون کو شرع کے مطابق بنا کر، حدود اللہ کے ساتھ عملاً نافذ کیا جائے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

(ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث